شرح التلويح على التوضيح

نظر کرم
استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

"اصول الفقہ" اس کی ترکیب میں 2 احتمال ہیں۔

- اصول الفقہ
  - ترکیب اول: "ھذا اصول الفقہ" (مبتداء محذوف)
  - ترکیب ثانی: "اصول الفقہ ماھی" (خبر محذوف)

اب ہم اصول الفقہ کی دو (2) اعتبار سے تعریف کریں گے۔

1 :- حد اضافی "یعنی مضاف اور مضاف الیہ کی الگ الگ تعریف کرنا"

2 :- حد لقبی "یعنی مضاف اور مضاف الیہ دونوں کی ایک ساتھ تعریف کی جائے"

دو تعریف اس وجہ سے کیں کہ یہ اصل کے اعتبار سے مرکب اضافی ہے اس وجہ سے "حد اضافی" پھر اسکے بعد یہ مخصوص علم کا لقب بنتا ہے اس وجہ سے "حد لقبی"

"اصول" کی تعریف کیا ہے۔

- اصول الفقہ
  - حد اضافی
  - حد لقبی
    - اصول
    - فقہ
- پہلی تعریف "جس پر اس کے غیر کی بنیاد ہو۔" یہ اصل کی جمع ہے
  - یہ ابتنائے حسی کو شامل ہے۔ "جس کی بنیاد حس پر ہو"
  - یہ ابتنائے عقلی کو بھی شامل ہے "حکم کا اپنی دلیل پر مرتب ہونا"
- دوسری تعریف "محتاج الیہ" یہ تعریف کتاب "محصول" میں ہے
  - اس تعریف میں "طرد" نہیں

عکس :- "تمام افراد کو شامل ہو۔" "جس پر محدود صادق آئے اس پر حد صادق آئے۔"

طرد :- "دخول غیر سے مانع ہو۔" "جس پر حد صادق آئے اس پر محدود صادق آئے۔"

اصول کی تعریف کون سی ہے۔

- تعریف
  - حقیقی: جیسے ماہیات حقیقیہ "انسان کی حیوان ناطق"
  - اسمی: جیسے ماہیات اعتباریہ "اصل، فقہ، جنس، نوع"

- تعریف حقیقی ہو یا اسمی اس کا جامع ومانع یعنی اسمیں طرد و عکس کا ہونا ضروری ہے۔
- اگر انسان کی تعریف "حیوان ماشی" سے کی جائے تو اسمیں "طرد" نہیں۔ کیونکہ اسمیں گھوڑے، گدھے اور جو بھی چلنے والے جانور ہیں سب داخل ہو جائیں گے۔
- اگر انسان کی تعریف "حیوان کاتب بلفعل" سے کی جائے تو اس میں "عکس" نہیں۔ کیونکہ اسمیں انسان کے تمام افراد شامل نہیں ہوں گے۔
- اور اگر انسان کی تعریف "حیوان ناطق" سے کی جائے تو اس میں طرد و عکس دونوں ہیں۔
- اصول کی تعریف – تعریف اسمی ہے یعنی اس بات کو بیان کرنا ہے کہ لفظ "اصل" کو کسی چیز کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

دوسری تعریف (محتاج الیہ) کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اس تعریف میں "طرد" نہیں۔

وجہ۔

- محتاج الیہ
  - علت فاعلی
  - علت مادی
  - علت غایہ
  - شرط

یہ تمام چیزیں محتاج الیہ ہیں مگر محدود ان پر صادق نہیں آرہا۔
لھذا یہ تعریف (محتاج الیہ) تعریف اسمی درست نہیں

1 :- حد اضافی "_________________"

2 :- حد لقبی "_________________"

3 :- علت غایہ "_________________"

4 :- شرط "_________________"

باقی دوسرے صفحے پر

MADE BY
محمد زمزم رضا
متعلم
درجہ :- سابعہ
جامعۃ المدینہ سکھر

شرح التلویح علی التوضیح

- اصول الفقہ
  - حد لقبی
  - حد اضافی
    - فقہ
    - اصول

"الفقہ" کی پہلی تعریف۔

پہلی تعریف "معرفۃ النفس ما لھا وما علیھا" (اس میں اعتقادات اور وجدانیات داخل ہیں یعنی علم کلام و تصوف، یہ تعریف امام اعظم سے منقول ہے۔)

پہلی تعریف پر زیادتی "معرفۃ النفس ما لھا وما علیھا عملا" (اس میں اعتقادات اور وجدانیات خارج ہیں یعنی علم کلام و تصوف۔)

ما لھا وما علیھا 3 چیزوں کو شامل ہے

- اعتقادات جیسے ایمان کا وجوب۔ اس کی معرفت سے علم کلام حاصل ہوگا
- وجدانیات جیسے اخلاق باطنہ۔ اس کی معرفت سے علم تصوف، اخلاق حاصل ہوگا
- عملیات جیسے نماز، روزہ۔ اس کی معرفت سے علم فقہ حاصل ہوگا

نوٹ

اگر تو فقط علم فقہ کا ارادہ ہے۔ تو اس تعریف میں "عملا" کی قید کو زیادہ کرو۔

اور اگر ایسا نہیں تو "عملا" کی قید نہ لگاؤ۔

یہ تعریف امام اعظم نے بھی استعمال کری ہے۔ اور اپنی کتاب کا نام "فقہ اکبر رکھا" اور اس کتاب میں عقائد کا بیان ہے۔

فوائد قیودات

1 :- معرفۃ :- "جزئیات کو دلیل سے جاننا۔ اسکو معرفۃ کہتے ہیں" دلیل کی قید سے تقلید خارج ہوگئی۔

2 :- ما لھا و ما علیھا :- اس کے بارے میں 3 معنی ہیں اور پہلے معنی میں تین احتمال ہیں-

ما لھا و ما علیھا

- پہلا معنی :- "ما لھا" سے مراد "ما یتنفع بہ النفس" اور "ما علیھا" سے "ما یتضرر بہ فی الآخرۃ"
  - پہلی، دوسری، تیسری قسم
  - 1 "نفع" سے مراد "ثواب" اور "ضرر" سے مراد "عقاب"
  - 2 "نفع" سے مراد "عدم عقاب" اور "ضرر" سے مراد "عقاب"
  - 3 "نفع" سے مراد "ثواب" اور "ضرر" سے مراد "عدم ثواب"
- 4 دوسرا معنی :- "ما لھا" سے مراد "ما یجوز لھا" اور "ما علیھا" سے "ما یجب علیھا"
- 5 تیسرا معنی :- "ما لھا" سے مراد "ما یجوز لھا" اور "ما علیھا" سے "ما یحرم علیھا"

چوتھی، پانچویں قسم

مکلف کے افعال

واجب، مندوب، مباح، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، حرام

- طرف فعل: واجب، مندوب، مباح، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، حرام
- طرف ترک: واجب، مندوب، مباح، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، حرام

تو اس طرح کل 12 قسمیں بنتی ہیں

پہلی قسم :- فعل واجب، فعل مندوب "ما لھا" میں سے۔ ترک واجب، فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی "ما علیھا" سے شامل ہوں گے۔ باقی سات قسمیں خارج ہوں گی۔

دوسری قسم :- فعل مکروہ تحریمی، فعل حرام، ترک واجب "ما علیھا" میں سے۔ باقی نو (9) "ما لھا" سے شامل ہوں گے۔

تیسری قسم :- فعل واجب، فعل مندوب "ما لھا" میں سے۔ باقی 10 "ما علیھا" سے شامل ہوں گے۔

چوتھی قسم :- فعل مندوب، ترک مندوب، فعل مباح، ترک مباح، فعل تنزیہی، ترک تنزیہی "ما لھا" سے۔ فعل واجب، ترک حرام، ترک تحریمی "ما علیھا" سے۔ باقی 3 قسمیں فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی، ترک واجب، دونوں میں شامل نہیں ہوں گی۔

پانچویں قسم :- فعل مکروہ تحریمی، فعل حرام، ترک واجب "ما علیھا" میں سے۔ باقی 9 "ما لھا" میں سے۔

دوسری، تیسری، پانچویں قسم کو لینا اولی ہے۔

نظر کرم
استاذ احمد نعیم
عطاری صاحب

MADE BY
محمد زم زم رضا
متعلم
درجہ :- سابعہ
جامعۃ المدینہ سکھر

باقی تیسرے صفحے پر

فقہ کی دوسری تعریف

- اصول الفقہ
  - حد لقبی
  - حد اضافی
    - فقہ: فقہ کی دوسری تعریف "العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتھا التفصیلیۃ "۔"احکام شرعیہ عملیہ کو ادلہ تفصیلیہ سے جاننا"
    - اصول

فوائد قیود

1 :- العلم:- یہ جنس کے مرتبے پر ہے۔

2 :- احکام

- پہلا معنیٰ:- "اسناد امر الی امر ایجابا کان او سلبا"
- دوسرا معنیٰ:- "خطاب اللہ تعالی المتعلق بافعال المکلفین اقتضاء او تخیرا"
  - شرعی:- وہ خطاب اللہ جو شریعت پر موقوف ہو۔
    - نظری:- جس کا تعلق عمل کی کیفیت سے نہ ہو
    - عملی:- جس کا تعلق عمل کیفیت سے ہو
  - غیر شرعی:- وہ خطاب اللہ جو شریعت پر موقوف نہ ہو۔

پہلے معنیٰ والی صورت

احکام:-اس قید سے علم ذات وصفات خارج ہو جائیں گے۔کیونکہ وہ حکم کی تعریف میں داخل نہیں یعنی تصورات نکل جائیں گے۔

3:-شرعیہ:-اس قید سے احکام عقلیہ اور احکام حسیہ خارج ہو جائیں گے / جیسے عالم حادث ہے، آگ جلانے والی ہے۔وغیرہ۔

دوسرے معنیٰ والی صورت

احکام:-اس قید سے خطاب اللہ کے ماسوا تمام علم خارج ہو گئے۔

3:-شرعیہ:-اس قید سے خطاب اللہ غیر شرعیہ داخل نہ ہوا۔

4 :- عملیہ :-اس قید سے احکام شرعیہ نظریہ خارج ہو گئے، جیسے اجماع کے حجت ہونے کا علم۔

5:- من ادلتھا:-اس قید سے تقلید خارج ہو گئی۔کیونکہ مقلد کے لئے مجتھد کا قول دلیل ہے-نہ کہ ادلہ مخصوصہ۔

6:-التفصیلیۃ:-اس قید سے وہ علم خارج ہو گیا جو ادلہ اجمالیہ سے حاصل ہو۔جس طرح مقتضی اور نافی۔

نظر کرم

استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

نوٹ:-امام ابن حاجب نے اس تعریف میں "استدلال" کی قید کا اضافہ کیا ہے۔اور اس قید سے صرف تکرار پیدا ہو گا۔کیونکہ "استدلال" کا مفہوم "من ادلتھا التفصیلیۃ" میں پایا جارہا ہے۔

MADE BY

محمد زم زم رضا

متعلم

درجہ:-سابعہ

جامعۃ المدینہ سکھر

باقی چوتھے صفحے پر

فقہ کی دوسری تعریف میں لفظ "احکام" آیا اسکی تفصیل

حکم

- پہلی تعریف:- "خطاب اللہ تعالی المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء اوالتخییر"۔ "اللہ تعالی کا خطاب جو اقتضاء یا تخییر امکلفین کے افعال کے متعلق ہو"۔ (عند الاشاعرہ)
- پہلی تعریف پر زیادتی:- "خطاب اللہ تعالی المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء اوالتخییر او وضعا" (بعض کے نزدیک)
- دوسری تعریف:- "اسناد امر الی امر ایجابا کانا وسلبا" اور یہ تعریف "خطاب اللہ تعالی المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء اوالتخییر" حکم شرعی کی ہے (بعض اشاعرہ کے نزدیک)
- تیسری تعریف:- "ماثبت بالخطاب" (عند الفقھاء) یہ تعریف مجازی ہے۔

فوائد قیودات پہلی تعریف کے مطابق

1 :- خطاب اللہ تعالی:- یہ جنس کے مرتبے پر ہے۔ یہ تما خطابات کو شامل ہے۔

2:- المتعلق بافعال المکلفین:- اس سے وہ خطاب نکل گئے جو مکلفین کے افعال سے متعلق نہیں۔ باقی بچا {واللہ خلقکم وما تعملون}

3 :- اقتضاء او تخییرا:- ان دونوں قیدوں سے یہ بھی خارج ہو گئے۔

- اقتضاء کے معنی ہیں (طلب)، تخییر کا معنٰی ہے (مباح)

اقتضاء
- طلب فعل
  - یقینی (واجب)
  - غیر یقینی (مستحب)
- ترک فعل
  - یقینی (حرام)
  - غیر یقینی (مکروہ)

دوسری تعریف

☆ بعض متاخر اشاعرہ نے حکم شرعی کی تعریف "خطاب اللہ تعالی الخ" سے کی ہے اس بنیاد پر حکم کی تعریف یہ ہوگی "اسناد امر الی امر" ورنہ "الشرعیہ" کی قید کی وجہ سے تکرار لازم آئے گا۔

زیادتی والی تعریف

س:- زیادتی والی تعریف میں "وضع" کی قید کیوں لگائی؟۔۔۔۔ج:- تاکی سبب، شرط اور اسکی مثل چیزوں کو حکم شامل ہو جائے۔

خطاب اللہ
- تکلیفی — مکلفین کے افعال سے متعلق ہوتا ہے اقتضاء اور تخییرا
- وضعی — اس بات کا خطاب کی یہ چیز فلان شئ کا سبب یا شرط ہے
  جیسے سورج کا ڈھلنا نماز کے لئے سبب، اور طہارت نماز کے لئے شرط۔

☆ تو جب خطاب کی دو قسموں میں سے ایک کو ذکر کیا (اقتضاء او تخییر) تو دوسری قسم (وضعی) کو بھی ذکر کرنا واجب ہے۔

☆ ذکر نہ کرنے کی وجہ:- خطاب وضعی بھی خطاب اقتضاء و تخیر میں داخل ہے۔ کیونکہ جب "دلوک" پایا جائے گا تو نماز واجب ہو گی۔ اور واجب پہلے ہی خطاب اقتضاء و تخییر میں داخل ہے۔ لھذا اس قید کی ضرورت نہیں۔

☆ مصنف کے نزدیک ان دونوں میں صحیح تعریف زیادتی والی ہے کیونکہ خطاب وضعی اور خطاب اقتضاء و تخییر کا مفہوم الگ الگ ہے۔

تیسری تعریف (فقھاء)

☆ فقھاء کے نزدیک حکم کی تعریف:- "ما ثبت بالخطاب" جیسے واجب، حرام۔ وغیرہ

☆ فقھاء کی یہ تعریف مجازی ہے۔ جیسے خلق خدا سے مخلوق خدا مراد ہوتی ہے اسی طرح حکم محکوم کی معنی میں ہے۔

☆ یہ تعریف منقول اصطلاحی ہے اور وہ حقیقی اصطلاح ہوتی ہے۔

("خطاب اللہ" والی تعریف پر پانچ اعتراضات اگلے صفحے پر)

باقی پانچویں صفحے پر

"خطاب اللہ" والی تعریف پر پانچ اعتراضات

اعتراض نمبر 1 :- یہاں حکم کی وہ تعریف کرنا مقصود ہے جو عند الفقہاء رائج ہو کیونکہ یہ مکلف کی صفت ہے۔نہ کہ حکم کی وہ تعریف جو آپ نے کی "خطاب اللہ الخ" کیونکہ وہ نفس خطاب ہے جو کہ ذات باری تعالی کی صفت ہے۔

اعتراض نمبر 2 :- آپ کی تعریف "خطاب اللہ الخ" میں جو "مکلفین" کی قید ہے اس سے وہ افعال خارج ہو گئے جو بچے کے متعلق ہیں۔ جیسے بچے کی بیع کا جواز، اسکے اسلام کا صحیح ہونا۔ حالانکہ وہ مستحب ہیں باوجود اسکے کے وہ حکم میں داخل ہیں۔

جواب:- بچے کے احکام کا اعتبار اسکے ولی کے فعل سے ہوتا ہے۔

جواب پر اعتراض؛- یہ جواب اسلام اور نماز سے متعلق صحیح نہیں ہے۔اور ان کے علاوہ میں اس وجہ سے درست نہیں کہ بچے کے مال یا اس کے ذمے سے حق کا متعلق ہونا ایک حکم شرعی ہے۔پھر ولی کا ادا کرنا دوسرا حکم ہے-جو پہلے حکم پر مرتب ہے نہ کہ اس کا عین ہے۔

نظر کرم

استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

رائے مصنف:-اس تعریف "خطاب اللہ الخ" میں "افعال المکلفین" کی جگہ "افعال العباد" کہا جائے۔

اعتراض نمبر 3 :- یہ تعریف "خطاب اللہ الخ" جامع نہیں۔کیونکہ اس سے وہ حکم نکل جائے گا جو قیاس سے ثابت ہو۔

جواب:-ہم قیاس کو مظہر حکم مانتے ہیں مثبت حکم نہیں۔

اعتراض نمبر 4 :- "آمنوا" و "فاعتبروا" اور اسکی مثل آیات خارج ہو گئیں۔کیانکہ اس تعریف میں افعال سے مراد "افعال جوارح" ہیں۔اور یہ آیات "افعال جوارح" میں سے نہیں۔

اعتراض نمبر 5 :-اگر ہم حکم کی تعریف "خطاب اللہ" کریں۔اور اس میں افعال سے مراد "افعال جوارح" لیں۔تو "عملیہ" کی قید سے تکرار پایا جائے گا۔کیونکہ عمل کا مفہوم "افعال المکلفین" میں پایا جارہا ہے۔

جواب (4،5):-افعال کا لفظ عام ہے یہ فعل جوارح اور فعل قلب دونوں کو شامل ہے۔

باقی چھٹے صفحے پر

فقہ کی دوسری تعریف میں لفظ "شرعیہ" آیا اسکی تفصیل

شرعیہ

"وہ احکام کہ اگر شارع کا خطاب نہ ہو تو اس کا ادراک نہ ہو سکے"

"بعینہ حکم میں میں خطاب وارد ہو گا۔" جیسے نماز، روزہ

"ایسی صورت میں خطاب وارد ہو گا جس کی طرف یہ حکم محتاج ہو۔" جیسے مسائل قیاسیہ۔

اشیاء کا حسن و قبح عقلی ہے یا شرعی۔

اشیاء کا قبح اور حسن

(عند الاحناف و جمہور معتزلہ) بعض اشیاء کا قبح اور حسن شرعی ہے۔ اور بعض کا عقلی

(عند الاشاعرہ) تمام اشیاء کا قبح اور حسن شرعی ہے۔

اشاعرہ کے نزدیک فقہ کی یہ تعریف "خطاب اللہ الخ" جامع و مانع نہ رہی۔ کیونکہ یہ اخلاق باطنہ مثلاً سخاوت اور بخل وغیرہ پر صادق آرہی ہیں۔ اور اشاعرہ کے نزدیک تمام اشیاء کا حسن و قبح شرعی ہے۔ لہذا اخلاق باطنہ کا حسن و قبح بھی شرعی ہو گا۔ تو یہ بھی احکام شرعیہ میں داخل ہوں گے۔ اور جب احکام شرعیہ میں داخل ہو گئے تو فقہ کی تعریف میں داخل ہو گئے۔ حالانکہ یہ فقہ میں سے نہیں۔

جبکہ ہمارے نزدیک یہ تعریف درست ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک بعض اشیاء کا حسن و قبح عقلی ہے تو اس میں اخلاق باطنہ آجائیں گے۔ اور بعض کا حسن و قبح شرعی ہے تو اس میں واجب حرام، ترک واجب وغیرہ آجائیں گے۔

امام محصول نے فقہ کی اس تعریف "خطاب اللہ الخ" میں کچھ اضافہ کیا ہے۔

العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتھا التفصیلیۃ التی لا یعلم کونھا من الدین ضرورۃ

یعنی فقہ ان احکام شرعیہ کا نام جس کا تعلق دین سے نہ ہو۔

اضافے کی وجہ:- تاکہ جن کو نماز اور روزہ اور کچھ مسائل کا ہی علم ہے انکو "فقیہ" نہ کہا جائے۔

☆ مصنف ان سے متفق نہیں کیونکہ فقہ کی تعریف میں احکام سے مراد بعض احکام نہیں۔ لہذا چند بدیہی مسائل کو جاننے والا "فقیہ" نہیں ہو سکتا۔

نظر کرم

استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

لفظ "احکام" سے کون سے احکام مراد ہیں۔

یہ استاذ صاحب سے سمجھنا ہے۔

MADE BY

محمد زم زم رضا

متعلم

درجہ:- سابعہ

جامعۃ المدینہ سکھر

باقی ساتویں صفحے پر

فقہ کی تیسری تعریف

فقہ کی تیسری تعریف "العلم بکل الاحکام الشرعیۃ العملیۃ التی قد ظھر نزول الوحی بھا والتی انعقد الاجماع علیھا من ادلتھا مع ملکۃ الاستنباط الصحیح منھا"

"ایسے تمام احکام شرعیہ عملیہ جو نزول وحی کے ذریعے ظاھر ہوگئے یا شریعت کے ادلہ سے ان احکام پر اجماع منعقد ہوچکا ہو استنباط الصحیح کے ملکہ کے ساتھ"

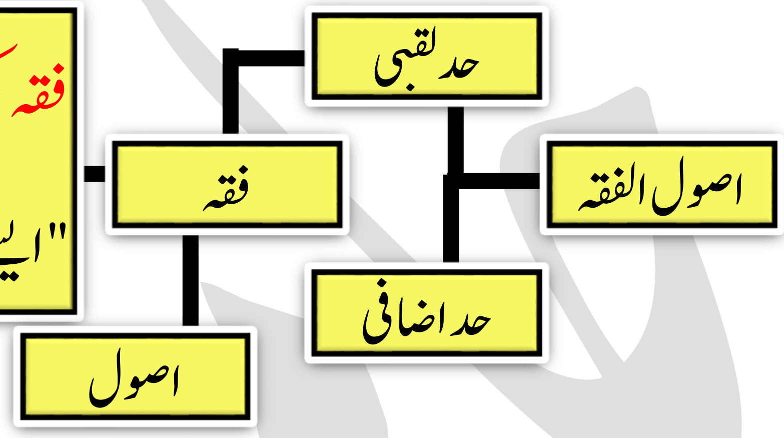

فوائد

☆احکام میں ان تمام احکام کا جاننا معتبر ہے جن کا ظہور اس وقت تک نزول وحی سے ہوچکا ہو۔ تو صحابہ اس وقت بھی فقیہ تھے جس کے بعد بعض احکام کا نزول ہوا۔

☆جس کے بارے میں نزول وحی نہیں ہوا فقیہ اسے نہیں جانتا۔ پھر بھی وہ فقیہ رہے گا۔

☆صحابی کرام عربی ہونے کی وجہ سے مذکورہ چیزوں کو جاننے والے تھے۔ مگر فقیہ کا اطلاق صرف ان صحابہ پر کیا گیا جو استنباط کر سکتے تھے۔

☆مسائل اجماعیہ کے جاننے کی شرط نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں نہیں ہے کیونکہ آپ کے زمانے میں اجماع کا وجود نہ تھا۔

☆مسائل قیاسیہ کا جاننا شرط نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں دور لازم آئے گا، بلکہ استنباط صحیح کے ملکہ کی شرط ہے۔

☆استنباط صحیح اپنی تمام شرائط سے ملا ہوا ہو۔

علم الفقہ ظنی ہے یا یقینی

نظر کرم

استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

سوال:- فقہ ظنی ہے پھر اس پر علم کا اطلاق کیوں کیا گیا؟

جواب نمبر 1 :- فقہ یقینی / قطعی ہے اور ہم نے جو فقہ کی تعریف کی ہے وہ بھی یقینی ہے۔

جواب نمبر 2 :- علم کا اطلاق جس طرح قطعیات پر ہوتا ہے اسی طرح ظنیات پر بھی ہوتا ہے۔

جواب نمبر 3 :- جب شارع نے احکام میں غلبہ ظن کا اعتبار کیا تو وہ ایسے ہی ہو گیا جیسے کہ شارع نے کہا ہو کہ جب جب مجتھد کو کسی حکم پر غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو حکم قطعی طور پر ثابت ہو جائے گا۔ تو جب جب مجتھد کا غلبہ ظن پایا جائے گا تب تب حکم قطعی طور پر ثابت ہو جائے گا۔

مجتھد کو ماننے والے لوگ 2 طرح کے ہوتے ہیں

مجتھد ہر حکم میں مصیب "درست" ہوتا ہے۔	مجتھد ہر حکم میں مصیب "درست" نہیں ہوتا۔
اس کے نزدیک تیسرا جواب بلکل صحیح ہے	ان کے نزدیک تیسرے جواب میں قطعی سے مراد واجب ہے۔ اگرچہ وہ علم الہیٰ میں واجب نہ ہو

← یہاں پر فقہ کی تیسری تعریف مکمل ہوئی۔

← یہاں پر "اصول الفقہ" کی حد اضافی "مضاف، مضاف الیہ کی الگ الگ تعریف کرنا" مکمل ہوئی۔ اور اس میں "اصول" کی 2 تعریفیں اور "الفقہ" کی 3 تعریفیں شامل ہیں۔

باقی آٹھویں صفحے پر

اصول فقہ کے کتنے ارکان ہیں۔

اصول الفقہ کے ارکان

- کتاب اللہ (اصل مطلق)
- سنت رسول ﷺ (اصل مطلق)
- اجماع (اصل مطلق)
- قیاس (اصل ناقص)

پہلے 3 کے اصل مطلق ہونے کی وجہ:-ان میں سے ہر ایک حکم کو ثابت کرنے والا ہے۔

قیاس کے اصل ناقص ہونے کی وجہ:- قیاس من وجہ اصل ہے۔ حکم کی طرف نسبت کرتے ہوئے اصل ہے۔اور من وجہ فرع ہے۔کیونکہ وہ پہلے تین اصول کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرع ہے۔

☆ قیاس میں علت اصول ثلاثہ کے وارد ہونے کی جگہ سے مستنبط ہوتی ہے۔تو جو حکم قیاس سے ثابت ہو گا وہ حکم ان دلائل سے بھی ثابت ہو گا۔

☆ قیاس حکم کو ثابت نہیں بلکہ حکم کو ثابت کرتا ہے۔

قیاس کی نظیر

نظر کرم

استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

قیاس کی نظیر

کتاب اللہ سے

لواطت کی حرمت کا قیاس حالت حیض میں وطی کی حرمت پر۔

اللہ پاک کا قول:- "قل ھو اذی الخ"

اور اس میں علت "اذی" یعنی گندگی ہے۔

سنت رسول ﷺ سے

دو قفیزوں کے بدلے ایک قفیز چونے کی حرمت کا قیاس دو قفیز گیہوں کے بدلے ایک قفیز گیہوں۔

حضور علیہ السلام کا قول "الحنطۃ بالحنطۃ مثلا بمثل یدا بید والفضل ربا"

اس میں علت "قدر مع الجنس" ہے

اجماع سے

حرام وطی کا حلال وطی پر قیاس کرنا حرمت مصاھرت میں

یعنی

مزینہ کی ماں سے وطی کی حرمت کا قیاس موطوء باندی کی ماں سے وطی کرنے پر۔

اس مثال میں مقیس علیہ "موطوء باندی کی ماں سے وطی کرنا" کی حرمت اجماع سے ثابت ہے۔اس کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔

بلکہ نص بیوی کی ماں سے وطی نہ کرنے پر وارد ہوئی ہے۔

MADE BY

محمد زمزم رضا
متعلم
درجہ:-سابعہ
جامعۃ المدینہ سکھر

باقی نویں صفحے پر

"اصول الفقہ" کی حد لقبی۔

اصول الفقہ کی حد لقبی "العلم بالقوعد التی یتوصل بھا الیہ علی وجہ التحقیق"

(ایسے قواعد کا علم جس کے ذریعے فقہ تک پہنچا جاسکے علی وجہ التحقیق۔)

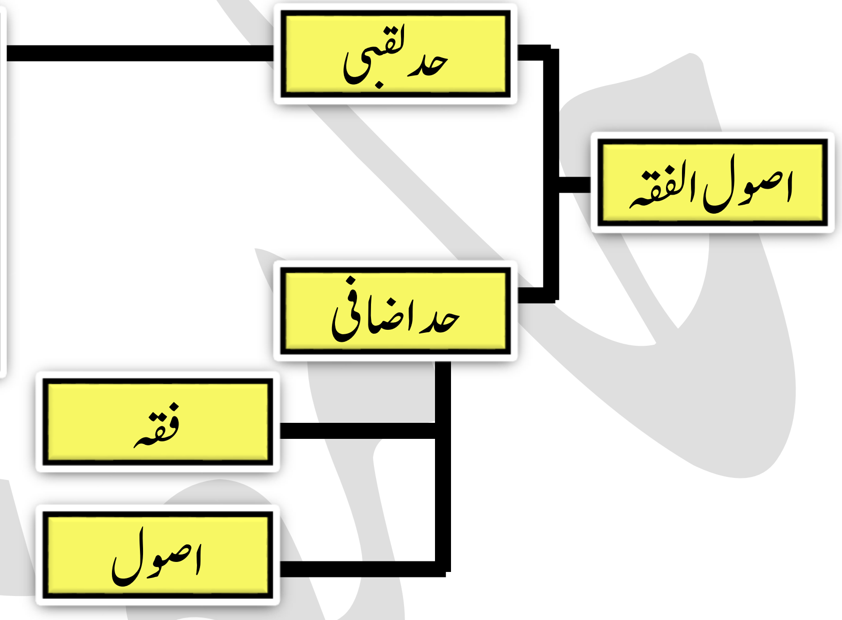

فوائد

"العلم بالقوعد----- التی یتوصل بھا الیہ ------------------علی وجہ التحقیق"

یعنی "العلم بالقضایا کلیہ التی یتوصل بھا الی الفقہ توصلا قریبا علی وجہ التحقیق"

1 :- قضایا کلیہ:-جو فقہ کے مسائل پر دلیل کے دو مقد معں میں سے ایک ہو۔

:2- توصلا قریبا:-اس سے مراد یہ ہے کہ کسی قریبی وصیلہ سے فقہ تک پہنچائے۔اور اس قید کے ذریعے بچنا توصل بعید سے جیسے علم عربی و علم کلام وغیرہ۔

:3- علی وجہ التحقیق:-اس قید سے علم مناظرہ اور علم جدل نکل گئے۔کیونکہ وہ بھی ایسے قواعد پر مشتمل ہوتے ہیں جو علم فقہ تک پہنچاتے ہیں۔لیکن علی وجہ ا تحقیق نہیں بلکہ اس سے غرض الزام خصم ہوتی ہے۔

نظر کرم

استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

MADE BY

محمد زم زم رضا
متعلم
درجہ:-سابعہ
جامعۃ المدینہ سکھر

"صفحہ نمبر 33 سے 43 تک کی بحث مجھے سمجھ نہیں آئی

سمجھ آجائے تو اس کا نقشہ بھی بنا دوں گا

باقی دسویں صفحے پر

شرح التلويح على التوضيح

یہ کتاب(شرح التلويح على التوضيح) 2 قسموں پر مرتب ہے۔

شرح التلويح على التوضيح

قسم اول(ادلہ شرعیہ) — قسم ثانی(احکام شرعیہ)

کتاب اللہ (قرآن پاک) — سنت رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم — اجماع — قیاس

پہلا رکن (کتاب اللہ)

تعریف:-

پہلا تعریف:- "ما نقل الینا بین دفتی المصحف تواترا"

"جو مصحف کے دع گتوں کے درمیان لکھا ہوا ہے اور تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا۔

دوسری تعریف:- "الکلام المنزل للاعجاز بسورۃ منہ" (عند الابن حاجب)

قرآن وہ کلام ہے کو اپنی سورت کے ساتھ اعجاز کے لئے نازل کیا گیا۔

پہلی تعریف (ما نقل الینا الخ) فوائد قیودات

1 :- بین دفتی المصاحف :- اس قید سے کتابیں احادیث قدسیہ و نبویہ خارج ہو گئیں۔

2 :- تواترا:- اس قید سے قرآت شاذہ خارج ہو گئیں۔

پہلی تعریف پر علامہ ابن حاجب کے اعتراض

اعتراض:- اس تعریف میں دور لازم آرہا ہے۔ اس طرح کہ جب پوچھا جائے کہ قران کیا ہے۔ تو کہا جائے گا (جو مصحف میں لکھا ہے)۔ اور جب مصحف کا پوچھا جائے۔ تو کہا جائے کہ (جو قران میں لکھا ہے) تو دور لازم ائے گا۔

پہلا جواب:- اس تعریف سے دور لازم نہیں آتا۔ کیونکہ مصحف "معلوم عرفی" ہے۔ تو جب مصحف معلوم عرفی ہے تو اس کی تعریف (جو قرآن میں لکھا ہے) اس سے کرنا درست نہیں۔ اور جب حاجت نہیں تو دو بھی لازم نہیں آئے گا۔

دوسرا جواب:- کتاب اللہ کی یہ تعریف (ما نقل الینا الخ) ـ تعریف کی کون سی قسم ہے۔ تعریف کی دو قسمیں ہیں۔ 1:- حد تام 2:- رسم تام

حد تام:- تعریف سے مقصود معرف کی ماہیت و حقیقت بیان کرنا ہو۔ تو وہ حد تام ہو گی۔ اس میں "ماھوا" کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے۔ مثال "حیوان ناطق"۔

رسم تام:- تعریف سے مقصود معرف کو ماسوا سے ممتاز کرنا ہو۔ یعنی معرف کی تشخیص ہو۔ تو اسے رسم تام کہا جاتا ہے۔ اس میں "ای شئ" کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے۔ مثال "حیوان ضاحک"۔

☆ یہ تعریف (ما نقل الینا الخ) ماہیت کتاب یا ماہیت قرآن کی نہیں یعنی یہ تعریف (ما نقل الینا الخ) حد تام نہ ہوئی۔ بلکہ یہ (ای ترید کتاب) کے جواب میں کتاب کی تشخیص ہے۔ تو یہ تعریف رسم تام ہوئی۔

نظر کرم

استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

← (ما نقل الینا الخ) یہ تعریف کتاب کی ہے یا قرآن کی۔ اور دونوں صورتوں میں کون سی تعریف بنے گی۔

☆ اگر انھوں نے اس سے کتاب کی تعریف مراد لی ہے تو یہ ماہیت کتاب کی تشخیص ہے۔ یعنی رسم تام ہے۔

☆ اگر انھوں نے اس سے قرآن کی تعریف مراد لی ہے تو یہ بھی ماہیت قرآن کی تعریف نہیں بلکہ قرآن کی تشخیص ہے۔ یعنی رسم تام ہے۔

وجہ:- لفظ قرآن مشترک ہے جس کا اطلاق 2 معنٰی پر ہوتا ہے۔ 1:- کلام ازلی جو اللہ پاک کی صفت ہے۔ 2:- کلام لفظی جو کلام ازلی پر دلالت کرتا ہے اور بندوں کی زبان سے پڑھا جاتا ہے۔

تو اب سوال ہوتا ہے کہ یہاں 2 معانی میں سے کون سا معنٰی مراد ہے۔ تو جواب دیا گیا کہ یہاں "ما نقل الینا الخ" سے مرادی معنی کلام مقروٴ (لفظی) ہے۔ تو اس صورت میں دور لازم نہ ہو گا۔ تو یہ تعریف رسم تام ہوئی۔

← دور لازم ہونے والی صورت:- اگر یہ تعریف "ما نقل الینا" قرآن کی حد تام ہوتی تو دور لازم آتا۔ کیونکہ اس صورت میں مصحف کی حقیقت کا علم نہ ہوتا۔

اس سے آگے صفحہ نمبر 47 سے صفحہ نمبر 49 کی آٹھوین لائن تک نہیں آرہا ۔

باقی گیارویں صفحے پر

کتاب اللہ (قرآن) کی دوسری تعریف (علامہ ابن حاجب والی)

کتاب اللہ دوسری تعریف:- "الکلام المنزل للاعجاز بسورۃ منہ" (عند الابن حاجب) "قرآن وہ کلام ہے کو اپنی سورت کے ساتھ اعجاز کے لئے نازل کیا گیا۔"

← اس تعریف میں دور ہے یا نہیں۔

☆ اگر انہوں نے اس تعریف (الکلام المنزل الخ) سے ماہیت کی تعریف کا ارادہ کیا ہے یعنی "حد تام" کا تو اس صورت میں دور لازم آئے گا۔

← وجہ:- کیونکہ اگر پوچھا جائے کہ سورت کیا ہے تو جواب دیا جائے گا" قرآن کا بعض، یا اس کی مثل کچھ اور"۔ اور جب پوچھا جائے کہ قرآن کیا ہے تو کہا جائے گا" الکلام المنزل الخ" یعنی قرآن سورت پر موقوف ہو گا اور سورت قرآن پر۔ اس وجہ سے دور لازم آئے گا۔

☆ اگر انھوں نے اس تعریف "الکلام المنزل الخ" سے مراد تشخیص لی ہے یعنی "رسم تام" تو دور لازم نہ ہو گا۔

← وجہ:- کیونکہ ان کی مراد سورت سے یہی معہود و متعارف ہے جیسا کہ ہم نے مصحف میں مراد لیا۔

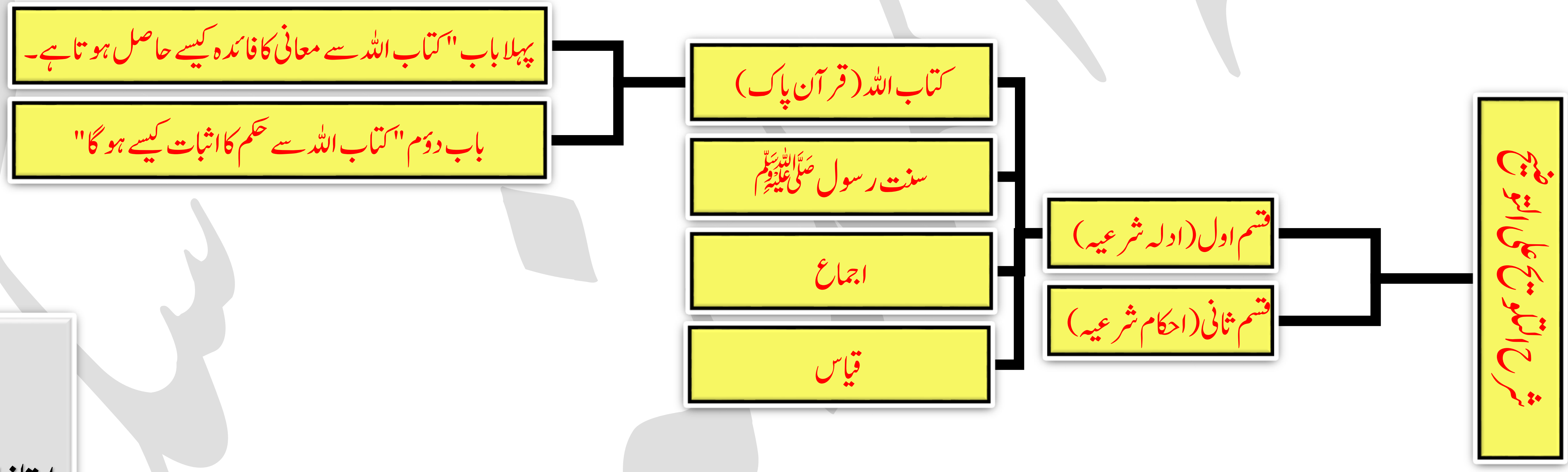

نظر کرم

استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

کتاب اللہ میں دو باب ہیں۔

پہلا باب:- کتاب اللہ کے معانی سے کیسے فائدہ حاصل کریں۔

☆ کتاب اللہ کا مقصد اس کا حکم شرعی کا فائدہ دینا ہے۔ مگر یہ اس کے معنی کے فائدہ دینے پر موقوف ہے۔ تو معنی سے فائدہ حاصل کرنے والی بحث ضروری ہے اس لئے وہ مقدم ہے۔

☆ اس باب میں عام، خاص، مشترک، حقیقت، مجاز سے بحث کی جائے گی۔ کیونکہ یہ مفید للمعنی ہیں۔

دوسرا باب:- کتاب اللہ کے حکم شرعی کا فائدہ دینے مین ہے۔

☆ اس باب میں "امر" سے اس حیثیت میں بحث کی جائے گی کہ یہ وجوب کو ثابت کرتا ہے۔

☆ اور "نہی" سے اس لئے بحث کی جائے گی کہ یہ حرمت کو واجب کرتا ہے۔

MADE BY

محمد زم زم رضا
متعلم
درجہ:- سابعہ
جامعۃ المدینہ سکھر

باقی بارویں صفحے پر

رکن اول (کتاب اللہ) کا پہلا باب

نظر کرم
استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

قرآن :- "القرآن نظم دالا علی المعنی" "قرآن ایسا نظم ہے جو معنٰی پر دلالت کرتا ہے"

"القرآن نظم دالا علی المعنی" اس میں نظم کے کے متعلق 3 اقوال ہیں۔

پہلا قول

" نظم سے مراد الفاظ ہیں۔"

☆ لفظ کا اطلاق قرآن پاک پر اس وجہ سے نہیں کیا کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔

وجہ :- کیونکہ لفظ کی اصل معنی منہ سے چیز کا گرانا ہے۔

☆ اسی وجہ سے الفاظ کی جگہ نظم اختیا کیا۔

دوسرا قول

" نظم سے مراد معنی ہے (عند الامام اعظم)"

☆ یہ امام اعظم سے روایت ہے کہ آپ نے الفاظ قرآن کو خصوصا نماز کی حالت میں رکن لازم نہیں بنایا۔ بلکہ فقط معنی کا اعتبار کیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے بغیر عذر کے عربی کے علاوہ قرات کی تو اسکی نماز ہو جائے گی۔

☆ خصوصا کہنے کی وجہ :- کیونکی آپ نے الفاظ قرآن کو نماز کے علاوہ میں لازم قرار دیا ہے۔ (یعنی نماز کے علاوہ میں کسی نے غیر عربی میں قرآن کی تلاوت کی تو وہ نہیں ہوئی) جس طرح اگر جنبی یا حائضہ فارسی میں قرآن کی تلاوت کریں تو جائز ہے کیونکہ وہ قرآن نہیں ہے۔ اور قرآن اسوجہ سے نہیں ہے کیونکہ وہ نظم نہیں ہے۔

☆ صحیح قول یہ ہے کہ امام اعظم نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ یعنی نماز کی حالت میں غیر عربی قرات کے جائز ہونے سے۔ اس وجہ سے یہ قول متن میں بھی نہیں لکھا۔

تیسرا قول

" نظم سے مراد الفاظ اور معنی دونوں ہیں۔"

☆ ہمارے مشائخ کہتے ہیں کی قرآن نظم اور معنی دونوں ہیں۔

ان کی مراد یہ ہے کہ نظم معنی پر بھی دلالت کرتا ہے۔

نظم (لفظ) کی معنی کی طرف نسبت کرتے ہوئے 4 تقسیمات ہیں

پہلی تقسیم

" معنی کے لئے الفاظ کی وضع کے اعتبار سے ہے"

☆ کلام وضع کے اعتبار سے خاص، عام، مشترک کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔

دوسری تقسیم

"معضوع لہ میں استعمال ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔"

تیسری تقسیم

" معنی کے ظہور اور خفاء اور ان دونوں کے مراتب کے اعتبار سے ہے"

☆ اس کو حضرت فخر الاسلام نے دوسری تقسیم بنایا ہے۔

☆ ہم اس کو (ظہور و خفاء) کو تیسری جبکہ (موجوع لہ) کو دوسری تقسیم بنایا ہے۔

وجہ :- کیونکہ موضوع لہ کا استعمال مقدم ہوتا ہے معنی کے ظہور اور خفاء پر۔

چوتھی تقسیم

"اس معنی پر لفظ کی دلالت کی کیفیت کے اعتبار سے "

☆ حضرت فخر الاسلام کہتے ہیں کہ چوتھی تقسیم احکام نظم پر وجوہات کے وقوف کے بارے میں ہے۔

MADE BY
محمد زم زم رضا
متعلم
درجہ :- سابعہ
جامعۃ المدینہ سکھر

باقی تیرویں صفحے پر

پہلی تقسیم (معنی کے لئے الفاظ کی وضع) اس کی 4 قسمیں ہیں۔

1، مشترک۔2، خاص۔3، عام۔4، جمع منکر۔

وجہ حصر

نظر کرم
استاذ احمد نعیم عطاری صاحب

لفظ ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو گا۔ یا لفظ کثیر معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو گا۔

اگر کثیر معنی کے لئے ہو تو وضع واحد ہو گی۔ یا وضع متعدد ہو گی۔ ← مشترک

اگر وضع واحد ہے تو کثیر محصور ہو گا۔ ← خاص یا کثیر غیر محصور ہو گا۔

اگر کثیر غیر محصور ہو تو ان تمام افراد کو شامل ہو گا جن کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ← عام یا نہیں۔ ← جمع منکر

مشترک:- لفظ کثیر معنٰی کے لئے وضع کیا گیا۔ وضع متعدد کے ساتھ۔ مثال:- "عین" یہ کبھی آنکھ، کبھی ترازو کی کیل، کبھی سونے (GOLD) کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

خاص:- اگر لفظ ایک معنٰی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ یا کثیر معانی کے لئے ہو تو وضع واحد کے ساتھ محصور ہو۔ مثال:-زید، رجل، فرس، "مائۃ" یہ وضع واحد کے ساتھ کثیر معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر محصور ہے۔☆ اگر معنی ایک شخص اعتبار سے ہو تو خاص واحد ہو گا۔ جیسے:-زید۔☆ اگر معنی ایک نوع کے اعتبار سے خاص ہو تو خاص النوع ہو گا۔ جیسے:- آدمی۔

عام:- اگر لفظ کثیر معنی کے لئے وضع واحد کے ساتھ ایسے کثیر غیر محصور کے لئے وضع کیا گیا ہو جو اپنے تمام افراد کو شامل ہو جن کی وہ صلاحیت رکھتا ہو۔ تو وہ عام ہے۔

فوائد قیودات (عام) :- کثیر معنیٰ:- اس قید سے خاص خارج ہو گیا۔ وضع واحد:- اس قید سے مشترک خارج ہو گیا۔ غیر محصور:- اس قید سے اسمائے عدد (خاص) خارج ہو گئے۔

ان تمام افراد کو شامل ہو جن کی وہ صلاحیت رکھتا ہے:- اس سے جمع منکر خارج ہو گیا۔

جمع منکر:- اگر لفظ کثیر معنی کے لئے وضع واحد کے ساتھ ایسے کثیر غیر محصور کے لئے وضع کیا گیا ہو جو اپنے تمام افراد کو شامل نہ ہو جن کی وہ صلاحیت رکھتا ہو۔ تو وہ جمع منکر ہے۔

جیسے:-رایت رجالا۔☆ جمع منکر کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلا قول:- جمع منکر عام میں داخل ہے۔ دوسرا قول:-جمع منکر عام میں داخل نہیں بلکہ عام وخاص کے درمیان واسطہ ہے۔

☆ پہلے قول والوں کے نزدیک یہاں جمع منکر سے مراد وہ جمع منکر ہے جس پر قرینہ دلالت کرتا ہے۔ تو یہ عام نہیں بلکہ عام وخاص کے درمیان واسطہ ہو گی۔ جیسے کوئی کہے "رایت رجالا الیوم" تو یہاں الیوم قرینہ ہے جو اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ ایک دن مین تمام افراد نہیں دیکھے جاسکتے۔

مؤول:- اگر مشترک کے چند معنی میں سے کوئی معنی راجح قرار پائے تو وہ مؤول ہے۔

(باقی چودویں صفحے پر)

☆ ہمارے اصحاب نے صیغے اور لغت کے اعتبار سے لفظ کی 4 قسمیں بنائیں ہیں۔ 1، عام۔2، خاص۔3، مشترک۔4، مؤول۔☆ صاحب توضیح نے مؤول کو اس تقسیم میں شامل نہیں کیا کیونکہ وہ وضع اعتبار سے لفظ کی قسم نہیں بنتا بلکہ مجتھد کی رائے کے اعتبار سے بنتا ہے۔

اس سے آگے صفحہ نمبر 55 کی دوسری آخری لائن سے صفحہ نمبر 57 کی پانچویں لائن تک نہیں آرہا ۔